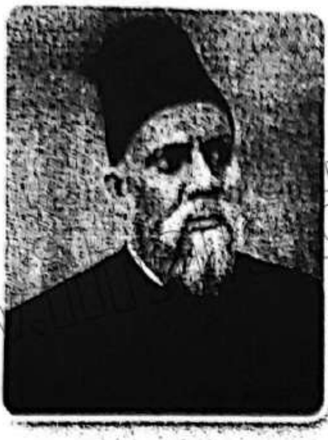

ڈپٹی نذیر احمد

(۱۸۳۶ء-۱۹۱۲ء)

مولوی نذیر احمد، جن کو ادبی دنیا میں ڈپٹی نذیر احمد کہا جاتا ہے، ضلع بجنور (یوپی، انڈیا) کے ایک چھوٹے سے گاؤں "ریہڑ" میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں اپنے والد سے، جو گاؤں میں بچّوں کو پڑھایا کرتے تھے، حاصل کی اور پھر دہلی جا کر دہلی کالج میں داخلہ لے لیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

ڈپٹی نذیر احمد بچپن ہی سے ڈپٹی کلکٹر بننے کا، جو اُس زمانے میں بہت ترقّی یافتہ عہدہ خیال کیا جاتا تھا، خواب دیکھتے تھے، جو ایک روز پورا بھی ہو گیا۔ انھوں نے اِس مقام و مرتبہ کو پانے کے لیے سخت محنت کی اور زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے۔ انھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو بھی بہت قریب سے دیکھا تھا کیوں کہ اُن دنوں آپ دہلی میں مقیم تھے۔ آپ سر سیّد احمد خاں کے افکار سے بہت متاثر تھے اس لیے ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان اشراف گھرانوں کی تعلیمی حالت کو سُدھارنے کے لیے لکھنے لکھانے کا کام کیا اور اپنی کوششوں میں کسی حد تک کام یاب رہے۔

ڈپٹی نذیر احمد ناول پڑھنے کے بے حد شائق تھے مگر اُن کے سامنے اُردو میں ناول کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا، البتہ انھوں نے اپنے طور پر کوشش کی اور اُردو ناول نگاری کے میدان میں پہلا قدم رکھا۔ وہ چوں کہ ایک معاملہ فہم، زیرک اور زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے زبردست آدمی تھے اس لیے انھوں نے انھی خوبیوں کی بدولت اُردو ناول نگاری کی داغ بیل ڈالی۔ انھوں نے متعدد اصلاحی ناول لکھے جن میں "مرأۃ العروس"، "بنات النعش"، "توبۃ النصوح"، "فسانۂ مُبتلا"، "ابن الوقت"، "رویائے صادقہ" اور "ایامیٰ" شامل ہیں جو تمام کے تمام اصلاحی ناول ہیں۔ جن کے کرداروں کے ذریعے خاص طور پر اچھائی یا برائی کا فرق اور مسلمان اشراف گھرانوں کی عورتوں کی گھریلو زندگی کی عکس بندی اور اُن کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔

شاملِ کتاب اقتباس "کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ" اُن کے ناول "توبۃ النصوح" سے مستعار ہے۔ ناول کے اِس حصّے میں خاندان کے سربراہ نصوح کے بڑے بیٹے کلیم کا ذکر ہے جو اپنے وقت کا معروف شاعر ہے مگر اپنے حال میں مست رہتا تھا اور تمسخر کے انداز میں اُس کے دوست: مرزا ظاہر دار بیگ کا بیان ہے جس کا ظاہر اُس کے باطن سے قطعی مختلف تھا۔

www.ilmkidunya.com

کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ

مقاصدِ تدریس:

۱۔ طلبہ کو اُردو ناول نگاری کی ابتدائی صورتِ حال سے آگاہ کرنا۔

۲۔ طلبہ کو ڈپٹی نذیر احمد کے سوانحی حالات سے آگاہ کرتے ہوئے یہ بتانا کہ ان کا شمار اُردو کے پہلے ناول نگار کے طور پر کیا جاتا ہے۔

۳۔ طلبہ کو ڈپٹی نذیر احمد کے زمانے کی معاشرت سے آگاہ کرنا اور انھیں یہ بتانا کہ انھوں نے اپنے تمام ناول اصلاحِ معاشرہ کے مقصد کے تحت لکھے تھے۔

۴۔ طلبہ کو ناول ”توبۃ النصوح“ کے کرداروں کی مثال دے کر بتانا کہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کے تمام کردار اسم بامسمّٰی ہیں یعنی جیسا نام ویسا کام۔

۵۔ طلبہ کو روز مرہ اور محاورہ کی تعریف بتانا اور ان پر واضح کرنا کہ روز مرہ اور محاورہ کے حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد کی زبان سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

(یہ اقتباس ڈپٹی نذیر احمد کے ناول ”توبۃ النصوح“ سے لیا گیا ہے۔ ناول کا موضوع اولاد کی تربیت میں والدین کی ذمّہ داریاں ہیں۔ نصوح ہیضے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوا کے اثر سے وہ گہری نیند سو جاتا ہے۔ اسی حالت میں وہ ایک خواب دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑی عمارت میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہے، ان کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ ان کی بداعمالیوں پر ان سے پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ اولاد کی تربیت سے غفلت بھی گناہ سمجھی جاتی ہے۔ ایک طویل خواب کے بعد نصوح جاگتا ہے اور اپنی زندگی پر غور کرنے لگتا ہے۔ اسے اپنی کوتاہیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ بقیّہ زندگی میں وہ اپنی اور گھر والوں کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے اپنی بیوی فہمیدہ کو اپنا ہم خیال بناتا ہے۔ پھر بچّوں کی اصلاح پر توجّہ دیتا ہے۔ چھوٹی اولاد کی اصلاح تو ہو جاتی ہے۔ بڑی اولاد کے سلسلے میں اسے کامیابی نہیں ہوتی۔ کلیم نصوح کا بڑا بیٹا ہے جس میں بہت سی برائیاں موجود ہیں۔ باپ اُسے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایک دن گھر چھوڑ کر اپنے دوست مرزا ظاہر دار بیگ کے ہاں اُٹھ آتا ہے۔ مرزا کے پلّے کچھ نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے آپ کو بڑا صاحبِ جائیداد ظاہر کرتا ہے۔ دونوں کی ملاقات ہی ناول کے اس حصّے میں بیان کی گئی ہے۔)

●

بار بار پکارنے کنڈی کھڑکھڑانے سے دو لونڈیاں چراغ لیے ہوئے اندر سے نکلیں اور اُن میں سے ایک نے پوچھا:
”کون صاحب ہیں؟ اور اتنی رات گئے کیا کام ہے؟“

کلیم: جاؤ مرزا کو بھیج دو۔

لونڈی: کون مرزا؟

کلیم: مرزا ظاہر دار بیگ، جن کا مکان ہے، اور کون مرزا!

www.ilmkidunya.com

لونڈی: یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں ہے۔

اتنا کہ کر قریب تھا کہ لونڈی پھر کواڑ بند کر لے کہ کلیم نے کہا:

کیوں جی! کیا یہ جمعدار صاحب کی محل سرا نہیں ہے؟

لونڈی: ہے کیوں نہیں؟

کلیم: پھر تم نے یہ کیا کہا کہ یہاں کوئی ظاہر دار بیگ نہیں۔ کیا ظاہر دار بیگ جمعدار کے وارث اور جانشین نہیں ہیں؟

لونڈی: جمعدار کے وارثوں کو خدا سلامت رکھے۔ مُوا مرزا ظاہر دار بیگ جمعدار کا وارث بننے والا کون ہوتا ہے؟

دوسری لونڈی: اری کم بخت!، یہ کہیں مرزا بانکے کے بیٹے کو نہ پوچھتے ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنے تئیں جمعدار کا بیٹا بتایا کرتا ہے (کلیم سے مخاطب ہو کر) کیوں میاں! وہی ظاہر دار بیگ ناں جن کی رنگت زرد زرد ہے۔ آنکھیں کرنجی، چھوٹا قد، دبلا ڈیل۔ اپنے تئیں بہت بنائے سنوارے رہا کرتے ہیں۔

کلیم: ہاں ہاں وہی ظاہر دار بیگ۔

لونڈی: تو میاں اس مکان کے پچھواڑے اُپلوں کی ٹال کے برابر ایک چھوٹا سا کچا مکان ہے، وہ اس میں رہتے ہیں۔

کلیم نے وہاں جاکر آواز دی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ دھڑنگ جانگیا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے:

آہا! آپ ہیں۔ معاف کیجیے گا مَیں سمجھا کوئی اور صاحب ہیں۔ بندے کو کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں۔ مَیں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ہم رکاب چلوں۔

کلیم: چلیے گا کہاں؟ مَیں تو آپ کے پاس آیا تھا۔

مرزا: پھر اگر کچھ دیر تشریف رکھنا منظور ہو تو مَیں اندر پردہ کرا دوں؟

کلیم: مَیں آج شب کو آپ ہی کے ہاں رہنے کی نیّت سے آیا ہوں۔

مرزا: بسم اللہ، تو چلیے اِسی مسجد میں تشریف رکھیے۔ بڑی فضا کی جگہ ہے۔ مَیں ابھی آیا۔

کلیم نے جو مسجد میں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ نہایت پرانی چھوٹی سی مسجد ہے، مسجدِ ضرّار کی طرح ویران وحشت ناک۔ نہ کوئی حافظ ہے، نہ طالب علم، نہ مسافر۔ ہزارہا چمگادڑیں اس میں رہتی ہیں کہ ان کی تسبیح بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ فرش پر اس قدر بیٹ پڑی ہے کہ بجائے خود کھڑنجے کا فرش بن گیا ہے۔ مرزا کے انتظار میں چارو ناچار اِسی مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ مرزا آئے بھی تو اتنی دیر کے بعد کہ کلیم مایوس ہو چکا تھا۔ قبل اس کے کہ کلیم شکایت کرے مرزا صاحب بطورِ دفع دخلِ مقدر فرمانے لگے کہ بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت علیل ہے۔ خفقان کا عارضہ، اختلاجِ قلب کا روگ ہے۔ اب جو مَیں آپ کے پاس سے گیا تو

ان کو غشی میں پایا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی۔ پہلے تو یہ فرمایئے کہ اس وقت بندہ نوازی فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

کلیم نے باپ کی طلب، اپنا انکار، بھائی کی التجا، ماں کا اصرار، تمام ماجرا کہہ سنایا۔

مرزا: پھر اب کیا ارادہ ہے؟

کلیم: سوائے اس کے کہ اب گھر لوٹ کر جانے کا ارادہ نہیں ہے اور جو آپ کی صلاح ہو۔

مرزا: خیر، نیتِ شب حرام، صبح تو ہو۔ آپ بے تکلف استراحت فرمایئے۔ میں جا کر بچھونا وغیرہ بھیجے دیتا ہوں اور مجھ کو مریضہ کی تیمارداری کے لیے اجازت دیجیے کہ آج اس کی حالت میں اشتداد ہے۔

کلیم: یہ کیا ماجرا ہے؟ تم تو کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں دوہری محل سرائیں، متعدد دیوان خانے، کئی پائیں باغ ہیں۔ حوض اور حمام اور کٹرے اور گنج اور دکانیں اور سرائیں، میں تو جانتا ہوں کہ عمارت کی قسم کی کوئی چیز ایسی نہ ہو گی جس کو تم نے اپنی مِلک نہ بتایا ہو، یا یہ حال ہے کہ ایک متنفّس کے واسطے ایک شب کے لیے تم کو جگہ میسّر نہیں۔ جو جو حالات تم نے اپنی زبان سے بیان کیے، ان سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جمعدار کے تمام ترکے پر تم قابض اور متصرف ہو لیکن میں اس جاہ و حشمت کا ایک شمّہ بھی نہیں دیکھتا۔

مرزا: آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔ اتنی مدت مجھ سے آپ سے صحبت رہی، مگر افسوس ہے کہ آپ نے میری طبیعت اور میری عادت کو نہ پہچانا۔ یہ اختلافِ حالت جو آپ دیکھتے ہیں، اس کی ایک وجہ ہے۔ بندے کو جمعدار صاحب مرحوم و مغفور نے متبنّیٰ کیا تھا اور اپنا جانشین کر مرے تھے۔ شہر کے کل رؤسا اس سے واقف اور آگاہ ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس میں رخنہ اندازیاں کیں۔ بندے کو آپ جانتے ہیں کہ بکھیڑے سے کوسوں دُور بھاگتا ہے۔ صحبتِ ناملائم دیکھ کر کنارہ کش ہو گیا۔ لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ، بندوبست کا حوصلہ نہیں۔ اسی روز سے اندر باہر دادیلا مچی ہوئی ہے اور اس بات کے مشورے ہو رہے ہیں کہ بندے کو منا لے جائیں۔

کلیم: لیکن آپ نے اس کا تذکرہ کبھی نہیں کیا۔

مرزا: اگر میں آپ سے یا کسی سے تذکرہ کرتا تو استقلالِ مزاج سے بے بہرہ اور غیرت و حمیّت سے بے نصیب ٹھہرتا۔ اب آپ کو کھڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہے، اجازت دیجیے کہ میں جا کر بچھونا بھجوا دوں اور مریضہ کی تیمارداری کروں۔

کلیم: خیر، مقامِ مجبوری ہے لیکن پہلے ایک چراغ تو بھیج دیجیے، تاریکی کی وجہ سے طبیعت اور بھی گھبراتی ہے۔

مرزا: چراغ کیا میں نے تو لیمپ روشن کرانے کا ارادہ کیا تھا لیکن گرمی کے دن ہیں، پروانے بہت جمع ہو جائیں گے اور آپ زیادہ پریشان ہو جیے گا اور اس مکان میں ابابیلوں کی کثرت ہے، روشنی دیکھ کر گرنے شروع ہو جائیں گے اور آپ کا بیٹھنا دشوار کر دیں گے۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ماہتاب نکلا آتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

کلیم جب گھر سے نکلا تو کھانا تیار تھا لیکن وہ اس قدر طیش میں تھا کہ اس نے کھانے کی مطلق پروا نہ کی اور بے کھائے نکل کھڑا ہوا۔ مرزا سے ملنے کے بعد وہ منتظر تھا کہ آخر مرزا خود پوچھیں گے ہی تو کہہ دوں گا۔ مرزا کو ہر چند کھانے کی نسبت پوچھنا ضرور تھا، کیوں کہ اوّل تو کچھ ایسی رات زیادہ نہیں گئی تھی، دوسرے یہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ کلیم گھر سے لڑ کر نکلا ہے، تیسرے دونوں میں بے تکلفی غایت درجے کی تھی لیکن مرزا قصداً اس بات سے متعرض نہ ہوا اور کلیم بے چارے کا بھوک کے مارے یہ حال کہ مسجد میں آنے سے پہلے اس کی انتڑیوں نے قُلْ ھُوَاللہ پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مرزا کسی طرح اس پہلو پر نہیں آتا اور عن قریب تمام شب کے واسطے رخصت ہوا چاہتا ہے، تو بے چارے نے بے غیرت بن کر خود ہی کہہ دیا کہ سنو یار، مَیں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔

مرزا: سچ کہو! نہیں جھوٹ، بہکاتے ہو۔

کلیم: تمھارے سر کی قسم، مَیں بھوکا ہوں۔

مرزا: تو مردِ خدا، آتے ہی کیوں نہ کہا؟ اب اتنی رات گئے کیا ہو سکتا ہے۔ دُکانیں سب بند ہو گئیں اور جو دو ایک کھلی بھی ہیں تو باسی چیزیں رہ گئی ہوں گی، جس کے کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ گھر میں آج آگ تک نہیں سلگی۔ مگر ظاہرا تم سے بھوک کی سہار ہونی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ دیوِ اشتہا کو زیر کرنا بڑی ہمّت والوں کا کام ہے۔ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے کہ جاؤں جھڈّامی بھڑ بھونجے کے یہاں سے گرم گرم خستہ چنے کی دال بنوا لاؤں۔ بس ایک دھیلے کی مجھ کو، تم کو دونوں کو کافی ہو گی، رات کا وقت ہے۔

ابھی کلیم کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرزا جلدی سے اٹھ باہر گئے اور چشمِ زدن میں چنے بھنوا لائے۔ مگر دھیلے کا کہہ کر گئے تھے، یا تو کم کے لائے یا راہ میں دو چار پھنکے لگا لیے، اس واسطے کہ کلیم کے روبرو دو تین مٹّھی چنے سے زیادہ نہ تھے۔

مرزا: یار، ہو تم بڑے خوش قسمت کہ اس وقت بھاڑ مل گیا۔ ذرا، واللہ ہاتھ تو لگاؤ، دیکھو تو کیسے بُھلس رہے ہیں اور سوندھی سوندھی خوش بو بھی عجب ہی دل فریب ہے کہ بس بیان نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے خس اور مٹّی کا عطر نکالا مگر بُھنے ہوئے چنوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ کوئی فن ہو، کمال بھی کیا چیز ہے۔ دیکھیے، اتنی تو رات گئی ہے مگر جھڈّامی کی دکان پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ بندے نے بہ تحقیق سنا ہے کہ حضورِ والا کے خاصے میں جھڈّامی کی دُکان کا چنا بلا ناغہ لگ کر جاتا ہے۔ اور واقعی میں آپ ذرا غور سے دیکھیے، کیا کمال کرتا ہے کہ بھوننے میں چنوں کو سڈول بنا دیتا ہے۔ بھئی! تمھیں میرے سر کی قسم سچ کہنا، ایسے خوب صورت، خوش قطع، سڈول چنے تم نے پہلے بھی کبھی دیکھے تھے؟ دال بنانے میں اس کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی دانے پر خراش تک نہیں، ٹوٹنے پھوٹنے کا کیا مذکور اور دانوں کی رنگت دیکھیے۔ کوئی بسنتی ہے، کوئی پستئی غرض دونوں رنگ خوش نما۔ یوں تو صدہا قسم کے غلّے اور پھل زمین سے اگتے ہیں لیکن چنے کی لذّت کو کوئی نہیں پاتا۔

ض، مرزا نے اپنی چرب زبانی سے چنوں کو گھی کی تلی دال بنا کر اپنے دوست کلیم کو کھلایا۔ کلیم بھوکا تو تھا ہی، اس کو بھی ہمیشہ

یادہ مزے دار معلوم ہوئے۔

نکلا تو مرزا نے گھر جا کر ایک میلی دری اور ایک کثیف سا تکیہ بھیج دیا۔ دو ہی گھڑی میں کلیم کی حالت کا اس قدر متغیر ہونا عبرت کا مقام ہے۔ یا تو خلوت خانہ اور عشرت منزل میں تھا یا اب ایک مسجد میں آکر پڑا اور مسجد بھی ایسی جس کا تھوڑا سا حال ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ شریف کے الوانِ نعمت کو لات مار کر نکلا تھا تو پہلے ہی وقت چنے چبانے پڑے۔ نہ چراغ نہ چارپائی، نہ بہن نہ بھائی، نہ مونس نہ غم خوار، نہ نوکر نہ خدمت گار۔ مسجد میں اکیلا ایسا بیٹھا تھا جیسے قید خانے میں حاکم کا گنہگار، یا قفس میں مرغِ گرفتار۔ اور کوئی ہوتا تو اس حالت پر نظر کر کے تنبیہ پکڑتا، اپنی حرکت سے توبہ اور اپنے افعال سے استغفار کرتا، اور اسی وقت نہیں تو سویرے گجر دم باپ کے ساتھ نمازِ صبح میں جا شریک ہوتا۔ لیکن کلیم کو اور بہت سے مضمون سوچنے کو تھے۔

صبح ہوتے آنکھ لگ گئی، تو معلوم نہیں مرزا یا محلے کا کوئی اور عیّار، ٹوپی، جوتی، رومال، چھڑی، تکیہ، دری، یعنی جو چیز کلیم کے بدن سے منفک اور اس کے جسم سے جدا تھی، لے کر چمپت ہوا۔ یوں بھی کلیم بہت دیر کو سو کے اٹھتا تھا اور آج تو ایک وجہ خاص تھی۔ کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے جاگا تو دیکھتا کیا ہے کہ فرشِ مسجد پر پڑا ہے اور نیند کی حالت میں جو کروٹیں لی ہیں تو سیروں گرد کا بھبھوت اور چمگادڑوں کی بیٹ کا ضماد بدن پر تھپا ہوا ہے۔ حیران ہوا کہ قلبِ ماہیت ہو کر مَیں کہیں بھتنا تو نہیں بن گیا۔ مرزا کو اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا، کہیں پتا نہیں۔ مسجد تھی ویران، اس میں پانی کہاں۔ صبر کر کے بیٹھ رہا کہ کوئی اللہ کا بندہ ادھر کو آنکلے تو اس کے ہاتھ مرزا کو بلواؤں اور یا مُنھ ہاتھ دھو کر خود مرزا تک جاؤں۔ اس میں دوپہر ہونے کو آئی۔ بارے ایک لڑکا کھیلتا ہوا آیا۔ جوں ہی زینے پر چڑھا کہ کلیم اس سے عرضِ مطلب کرنے کے لیے لپکا۔ وہ لڑکا اس کی ہیئت کذائی دیکھ ڈر کر بھاگا۔ خدا جانے اس نے اس کو بھوت سمجھا یا سڑی خیال کیا۔ کلیم نے بہتیرا پکارا اس لڑکے نے پیٹھ پھیر کر نہ دیکھا۔

ناچار کلیم نے بہ ہزار مصیبت دوسرے فاقے سے شام پکڑی اور جب اندھیرا ہوا تو اُلّو کی طرح اپنے نشیمن سے نکلا۔ سیدھا مرزا کے مکان پر گیا اور آواز دی تو یہ جواب ملا کہ وہ تو بڑے سویرے کے قطب صاحب سدھارے ہیں۔ کلیم نے چاہا کہ اپنا تعارف ظاہر کر کے ممکن ہو تو مُنھ ہاتھ دھونے کو پانی مانگے اور مرزا کی پھٹی پرانی جوتی اور ٹوپی، تا کہ کسی طرح گلی کوچے میں چلنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سوچ کر اس نے کہا:

"کیوں حضرت، آپ مجھ سے بھی واقف ہیں؟"

اندر سے آواز آئی: "ہم تمھاری آواز تو نہیں پہچانتے، اپنا نام نشان بتاؤ تو معلوم ہو۔"

کلیم: میرا نام کلیم ہے، اور مجھ سے اور مرزا ظاہر دار بیگ سے بڑی دوستی ہے۔ بلکہ شب کو مَیں مرزا صاحب ہی کی وجہ سے مسجد میں تھا۔

گھر والے: وہ دری اور تکیہ کہاں ہے جو تمھارے سونے کے لیے بھیجا گیا تھا؟

تکیہ اور دری کا نام سن کر تو کلیم بہت چکرایا اور ابھی جواب دینے میں متامل تھا کہ اندر سے آواز آئی: "مرزا زبردست بیگ! دیکھنا، یہ مردوا کہیں چل نہ دے۔ دوڑ کر تکیہ دری تو اس سے لو۔"

کلیم یہ سن کر بھاگا۔ ابھی گلی کی نکڑ تک نہیں پہنچا تھا کہ زبردست نے "چور چور" کر کے جالیا۔ ہر چند کلیم نے مرزا ظاہر دار بیگ کے ساتھ اپنے حقوقِ معرفت ثابت کیے مگر زبردست کا ٹھینگا سر پر، اس نے ایک نہ مانی اور پکڑ کر کوتوالی لے گیا۔ کوتوال نے سرسری طور پر دونوں کا بیان سنا اور کلیم سے اس کا حسب نسب پوچھا۔ ہر چند، کلیم اپنا پتا بتانے میں جھینپتا تھا مگر چار و ناچار اس کو بتانا پڑا۔ لیکن اس کی حالتِ ظاہری ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ اس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو، میں ان کو خوب جانتا ہوں اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ان کے بڑے بیٹے کا یہی نام ہے جو تم نے اپنا بیان کیا ہے۔ محلے کا پتا، گھر کا نشان بھی جو تم نے کہا، سب ٹھیک ہے۔ مگر کلیم تو ایک مشہور و معروف آدمی ہے۔ آج شہر میں اس کی شاعری کی دھوم ہے۔ تمھاری یہ حیثیت کہ ننگے سر، ننگے پاؤں، بدن پر کیچڑ تھپی ہوئی۔ مجھ کو باور نہیں ہوتا۔ ان کو حوالات میں رکھو۔ صبح ہو تو میں ان کے والد کو بلواؤں تو ان کے بیان کی تصدیق ہو۔

کلیم یہ سن کر رو دیا اور کہا کہ میں وہی بدنصیب ہوں جس کی شعر گوئی کا شہرہ آپ نے سنا ہے۔ آپ کو یقین نہ ہو تو میں اپنے افکارِ تازہ سناؤں۔ چناں چہ کل شب کو جو کچھ مسجد و مرزا کی شان میں کہا تھا، سنایا۔ اس پر کوتوال نے اتنی رعایت کی کہ دو سپاہی کلیم کے ساتھ کیے اور ان کو حکم دیا کہ ان کو میاں نصوح کے پاس لے جاؤ۔ اگر وہ ان کو اپنا فرزند بتائیں تو چھوڑ دینا، ورنہ واپس لا کر حوالات میں رکھنا۔

(توبۃ النصوح)

مشق

۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو جس مسجد میں ٹھہرایا، وہ تھی:
(الف) آباد اور پُر رونق (ب) کشادہ اور خوش گوار (ج) تنگ و تاریک (د) ویران اور وحشت ناک

(ii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو بتایا کہ آج اُن کی بیوی ہے شدید:
(الف) علیل (ب) غصّے میں (ج) فکر مند (د) دباؤ میں

(iii) مرزا ظاہر دار بیگ نے کہا کہ آپ کو میری نسبت سخن سازی کا احتمال ہونا ہے:
(الف) سخت غصّہ کی بات (ب) سخت تعجب کی بات (ج) تشویش ناک بات (د) سخت حیرت کی بات

(iv) مرزا ظاہر دار بیگ نے بھنے ہوئے چنے کلیم کو بتا کر کھلائے:
(الف) لذیذ پراٹھے (ب) مزے دار مٹھائی (ج) گھی کی تلی دال (د) بیسنی روٹی

(v) مرزا ظاہر دار بیگ جو چنے لے کر آئے، وہ تھے:
(الف) ایک مٹھی (ب) دو تین مٹھی (ج) ایک پاؤ (د) آدھ سیر

(vi) کلیم کے پیچھے جو شخص بھاگا، اس کا نام تھا:
(الف) مرزا ظاہر دار بیگ (ب) مرزا زبردست بیگ (ج) مرزا طاقت ور بیگ (د) مرزا جان دار بیگ

۲۔ سبق "کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ" کے متن کے مطابق سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) سبق "کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ" ڈپٹی نذیر احمد کے کس ناول سے مستعار ہے؟
(ب) مرزا ظاہر دار بیگ کا مکان کہاں واقع تھا اور کیسا تھا؟
(ج) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو ایک رات کے لیے کس جگہ ٹھہرایا؟
(د) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو رات کا کھانا کس طور پر کھلایا؟
(ہ) مرزا ظاہر دار بیگ نے کلیم کو اپنے بارے میں کیا بتایا تھا اور وہ کیا نکلا؟
(و) جب مرزا زبردست بیگ کلیم کے پیچھے بھاگا تو کلیم کس حلیے میں تھا؟

www.ilmkidunya.com

(۳) اعراب کی مدد سے ان الفاظ کا درست تلفظ واضح کریں۔

اپلوں	سوندھی	شمہ	متصرف	تنفس
خفقان	حشمت	متعرض	اشتداد	سخن سازی

(۴) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔

اپنے تئیں	قلب ماہیت	ہیئت کذائی	دیو اشتہا	اختلاجِ قلب
حقوقِ معرفت	مرغِ نو گرفتار	سخن سازی	چار و ناچار	تسبیحِ بے ہنگام

(۵) درج ذیل میں سے لفظ منتخب کر کے سبق کے متن کے مطابق جملے مکمل کریں۔

بندہ نوازی	اپنے تئیں	علیل	ہم رکاب
سخن سازی	سڈول	ماہتاب	شمّہ

(الف) ________ بہت بنائے سنوارے رہا کرتے ہیں۔

(ب) میں ذرا کپڑے پہن آؤں تو آپ کے ________ چلوں۔

(ج) بندے کے گھر میں کئی دن سے طبیعت ________ ہے۔

(د) یہ فرمائیے کہ اس وقت ________ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

(ہ) میں اُس جاہ و حشمت کا ایک ________ بھی نہیں دیکھتا۔

(و) آپ کو میری نسبت ________ کا احتمال ہونا سخت تعجب کی بات ہے۔

(ز) تھوڑی دیر صبر کیجیے کہ ________ نکلا چلا آتا ہے۔

(ح) بھوننے میں چنوں کو ________ بنا دیتا ہے۔

روز مرہ اور محاورہ

روز مرہ: روز مرہ اُس بول چال اور اسلوبِ بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس میں قیاس کو دخل سماعت پر دارومدار ہے۔ مثلاً: بلاناغہ پر قیاس کر کے اس کے بجائے بے ناغہ اور روز روز کی جگہ دن دن نہیں کہا جا اہلِ زبان کے یہاں یہ الفاظ بول چال میں اس طرح کبھی نہیں آتے۔

www.ilmkidunya.com

محاورہ بھی روزمرہ کی طرح اہلِ زبان کا اسلوبِ بیان ہی ہے مگر محاورے میں کم از کم دو الفاظ ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک لفظ عموماً مصدر ہوتا ہے اور جملے میں اس مصدر کے تمام مشتقات استعمال کیے جاسکتے ہیں مگر محاورہ ہمیشہ اپنے مجازی معنی دیتا ہے اور اس میں از روئے قیاس تبدیلی کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ جیسے: گل کھلانا ایک محاورہ ہے، اس کی جگہ ہم پھول کھلانا نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح گھوڑے بیچ کر سونا کی جگہ گھوڑے فروخت کرکے سونا ہرگز درست نہ ہوگا۔
یاد رہے کہ اُردو میں روزمرہ اور محاورے کے حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد کی زبان کو سند کی حیثیت حاصل ہے۔

(۶) درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

واویلا مچنا	آنکھ لگنا	چکرا جانا	استغفار کرنا
تنبیہ پکڑنا	چمپت ہونا	دھوم ہونا	آنتوں کا قل ہو اللہ پڑھنا

سرگرمیاں:

- مختلف بچوں کو سبق میں آنے والے کرداروں خصوصاً اُردو زبان کے دو رسیا بچوں کو کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ کا کردار اور ایک مستعد بچے کو مرزا زبردست بیگ کا کردار دے کر یہ سبق مکالماتی انداز میں بلند آواز میں پڑھیں۔
- کلاس کے تمام بچے "بڑوں کا احترام" کے موضوع پر ایک مضمون لکھیں، جس کا مضمون اوّل آئے اسے چارٹ پر لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ طلبہ کو داستان اور ناول کا فرق بتائیں اور اُردو ناول کی ابتدائی صورت سے آگاہ کریں۔
۲۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ڈپٹی نذیر احمد کے تمام ناول اصلاحی ہیں اور ان کے ناولوں کے کرداروں کے نام اسم بامسمّٰی ہیں۔
۳۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ تمام لوگ ڈپٹی نذیر احمد کی زبان کو مستند مانتے ہیں اور ان کے روزمرہ اور محاورے کے آگے سب سر جھکاتے ہیں۔
۴۔ طلبہ کو ڈپٹی نذیر احمد کی دیگر تصانیف کا تعارف کرائیں۔
۵۔ اساتذہ بچوں کو تلقین کریں کہ جب وہ "بڑوں کا احترام" کے موضوع پر مضمون لکھیں تو اپنے مضمون میں یہ حدیث ضرور درج کریں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتا" (مشکوٰۃ شریف، صفحہ: ۴۲۳)

اور بچوں کو نصیحت کریں کہ وہ زندگی بھر اپنا رویہ یہی رکھیں اور اس حوالے سے ڈپٹی نذیر احمد کے ناول: "توبۃ النصوح" کا حوالہ دیں کہ جب کلیم نے اپنے والد نصوح کی باتوں پر کان نہیں دھرا تو اُس کو کس کس طرح سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

www.ilmkidunya.com